

آدمیت سے بغاوت

از—حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

انسان کی تلاش | ترکی کی حدود میں ایک بڑے مشہور شاعر اور حکیم گزرے میں جن کا نام مولانا روم ہے۔ انہوں نے اپنی تثنوی میں ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے۔ کہ کل رات کا واقعہ ہے کہ ایک ضعیف العمر آدمی چراغ لے کر شہر کے گرد گھوم رہے تھے اور اندھیری رات میں کچھ تلاش کر رہے تھے میں نے کہا کہ حضرت سلامت آپ کیا تلاش کر رہے ہیں۔ فرمانے لگے کہ مجھے انسان کی تلاش ہے میں چوپالوں اور درندوں کے ساتھ رہتے رہتے عاجز آ گیا ہوں میرا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ اب مجھے ایک ایسے انسان کی تلاش ہے جو خدا کا شیر اور مرد کامل ہو۔ میں نے کہا بزرگوار اب آپ کا اخیری وقت ہے۔ انسان کو آپ کہاں تک ڈھونڈیں گے اس عنقا کا ملنا آسان نہیں۔ میں نے بھی بہت ڈھونڈا ہے لیکن نہیں پایا۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ میری ساری عمر کی عادت یہ ہے کہ جب کسی چیز کو سنتا ہوں کہ وہ نہیں ملتی تو اس کو اور زیادہ تلاش کرتا ہوں تم نے مجھے اب اس بات پر آمادہ کر دیا کہ میں اس گم شدہ انسان کو اور زیادہ ڈھونڈوں

اور اس کی تلاش سے کبھی باز نہ آؤں۔

یہ ایک شاعر کا مکالمہ ہے آپ کو شاید تعجب ہو کہ ایسا بھی وقت تھا۔ کہ انسان بالکل نایاب ہو گیا تھا۔ مولانا روم نے ہمارے دل میں ایک سوال پیدا کر دیا کہ کیا ہر انسان انسان نہیں ہے؟ اور کیا انسانوں کی بڑی بڑی آبادیوں میں بھی انسان نایاب ہے؟ ہم تو سمجھتے تھے کہ انسان کی ایک ہی قسم ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو دیکھنے میں انسان ہے لیکن حقیقت میں انسان نہیں۔ اور دنیا میں ہمیشہ انہی لوگوں کی کثرت رہی ہے۔ دوسرے وہ جو انسان ہیں اور وہ کبھی ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ ان کو چراغ لے کر ڈھونڈھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

انسانیت کی ترقی | مولانا روم کو زائد از سات سو برس ہو چکے ہیں ان کے بعد سے دنیا میں بڑی ترقیاں ہوئیں۔ ہر شہر میں انسانوں کی تعداد بڑھتی رہی۔ اور آج کی انسانی آبادی پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی ہے اور اس کی ترقیاں بہت وسیع ہیں۔ آج انسان نے بجلی، مچاپ، ہوا اور پانی پر قبضہ جما لیا ہے۔ ہوائی جہاز، ریڈیو اور ایٹم بم سے انسانوں کی ترقی کا اندازہ مردم شماری کے نقشوں اور بڑے بڑے متمدن اور ترقی یافتہ ملکوں کی تصویروں سے کرنا صحیح نہیں ہے۔ انسانیت کی ترقی ان مادی ترقیات کا نام نہیں ہے اور محض نسل انسانی کی ترقی کو انسانوں کی ترقی نہیں کہا جاسکتا۔ انسانیت کی ترقی کا اندازہ انسانوں کے اخلاق و کردار سے ہوتا ہے اور اخلاق و کردار کا اندازہ آپس میں ملنے جُلنے ریل کے ڈبوں، پارکوں، ہوٹلوں اور دفاتروں میں ہو سکتا ہے۔ نامور شاعر اکبر

تے بالکل صحیح کہا ہے۔

۷ نقشوں کو تم نہ جانچو لوگوں سے مل کے دیکھو

کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے۔

انسانیت کا صحیح اندازہ امتحان پڑنے پر اور ایسے مواقع پر ہوتا ہے۔ جب ہر قسم کے ذرائع اور مواقع حاصل ہوں۔ کہ چوری، گناہ، حتیٰ تفریق کی جاسکے مگر انسان کے اندر کی کیفیات اس کا ہاتھ پکڑ لیں۔ جہاں انسانیت کا گلا گھونٹا جا رہا ہو وہاں انسانیت اپنا جوہر دکھائے۔ انسانیت کا اندازہ ہماری موجودہ زندگی کے سانچوں اور مادی ترقی کے پیمانوں سے نہیں ہو سکتا۔

انسان اور انسانیت | انسانیت درحقیقت ایک بڑا مرتبہ ہے۔ لیکن انسانیت کے خلاف انسان ہمیشہ خود بے گناہ کرتا

ہے اس کو انسانیت کی سطح پر قائم رہنا ہمیشہ دو بھر اور مشکل معلوم ہوا ہے۔ وہ کبھی نیچے سے کتر کر نکل گیا اور کبھی اس نے اپنے آپ کو انسانیت سے بتر سمجھا۔ اس لئے کبھی انسانیت سے بالاتر کہلوانے اور خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کی اور سچی بات یہ ہے کہ لوگوں نے خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کم کی۔ لوگوں نے انہیں خدا اور دیوتا بنانے کی کوشش زیادہ کی۔ ہم اگر فلسفہ اور روحانیت کی تاریخ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ لوگ انسانیت سے بلند تر کسی مرتبہ کی تلاش میں رہے اور انسانوں کو انسان کا صحیح مقام سمجھانے کے بجائے اس سے اونچا ہونے کی فکر کرتے رہے۔ اس کے بالمقابل دوسری کوشش یہ رہی کہ انسان کو انسانیت سے گرا دیا جائے وہ حیوانی و نفسانی زندگی کا عادی بنے اور دنیا میں من مانی زندگی

کار و اج ہو۔ ان دونوں کوششوں کے نتائج دنیا میں ہمیشہ خراب نکلے جب انسان کو انسانیت سے اٹھا کر خدایا دیوتا بنایا گیا تو دنیا میں بد نظمی پھیلی اور بڑا فساد برپا ہوا۔ دنیا میں لوگوں نے جب خدائی کا دعوے کیا یا لوگوں نے ان کو یہ درجہ دیا تو دنیا میں لگاڑ ہی لگاڑ بڑھتا گیا۔ اور اس ساری زندگی میں نئی نئی گرہیں پڑیں جب ایک معمولی سی گھڑی کسی انارٹی کے ہاتھ میں پڑ جاتی ہے اور وہ اس کی مشین میں دیتا ہے۔ تو وہ بگڑ جاتی ہے تو یہ نظام عالم ان مصنوعی خداؤں سے کیسے چل سکتا ہے۔ اس دنیا کے اتنے مسائل اتنے مراحل اور اس میں اتنی پیچیدگیاں ہیں کہ اگر ایک انسان اس دنیا کو چلانا چاہے تو یقیناً اس کا انجام لگاڑ ہوگا۔ میرا منشا یہ نہیں کہ انسان انسانیت کے دائرے میں ترقی نہ کرے۔ بلکہ یہ کہ انسان خدائی کی کوشش نہ کرے۔ اسی نے انسانیت ہی میں کیا کامیابی حاصل کر لی ہے کہ اب وہ خدائی کی ہوس کرے۔

سے تو کار زمین رانحو سختی کہ با آسمان نیز پرداختی

انسان اور فطرت | مذاہب کی تاریخ بتلاتی ہے کہ جب اس قسم کی کوشش کی گئی تو ایسی پیچیدگیاں رونما ہوئیں جن کا کوئی علاج نہ تھا یہ کوشش دنیا کے گوشے گوشے میں ہمیشہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے ہوتی رہی ایسے لوگوں نے فطرت سے زور آزمائی کی ہے اور فطرت سے لڑ کر انسان نے ہمیشہ شکست ہی کھاتی ہے۔ دوسری طرف اکثر ایسے انسان گزرے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو چوپایہ جانا اور ان کو بحیثیت انسان کے اپنی ترقی کا کوئی احساس نہیں ہوا۔ اپنی انسانیت، اپنی روحانیت اور خدا شناسی کو ترقی دینے کا انکو

کبھی خیال نہیں ہوا۔ دنیا میں زیادہ تعداد انہی انسانوں کی رہی ہے۔ اس زمانے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں یہ دونوں بغاوتیں یہ دونوں عیب اور یہ دونوں فساد جمع ہو گئے ہیں۔ ابھی تک تقریباً ساری دنیا انہیں دونوں گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ چند آدمی ہیں جو خدائی کے دعویدار ہیں اور جن کو دیوتا بننے کا شوق ہے باقی اکثر وہ انسان ہیں جو چوپاؤں اور درندوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں اس لئے اس زمانے کا بگاڑ ہر زمانے کے بگاڑ سے بڑھ گیا ہے اور زندگی عذاب بن گئی ہے اس وقت مردم شماری کے قانون میں کوئی ایسا خانہ نہیں ہے کہ جو لوگ اپنی انسانیت کی قدر کرتے اور اس کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان کا انداز کیا جاتے مگر خود ہی انصاف کیجئے کہ آپ کے چاروں طرف زندگی کا جو طوفان اُٹا ہوا ہے اس میں کتنے انسان ہیں جن کو انسانیت کا احساس ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں صرف ایک معدہ اور پیٹ ہی نہیں دیا گیا ہے بلکہ اللہ نے انسان کی روح بھی دی ہے دل بھی دیا ہے اور دماغ بھی عطا کیا ہے جن کو ہم ہمیشہ نظر انداز کرتے اور ان کی صحیح استعمال سے بچتے ہیں۔ ہم جنسی خواہشات اور مادی ضروریات کے ریلے میں ایسے بہے چلے جا رہے ہیں جیسے ایک گاڑی اپنے اختیار سے باہر ٹھک رہی ہو جس پر کسی کا کوئی قانون نہ ہو میں اور سمجھا کہ کہوں گا! سمجھیے کہ انسانیت ایک سیگل ہے اور وہ سائیکل ایک ڈھلوان پل پر سے پھسل رہی ہے۔ اس میں نہ کوئی گھنٹی ہے نہ بڑیک اور نہ اس کے پیڈل پر کسی کا ہاتھ، جغرافیہ کی پرانی تعلیم یہ بتاتی تھی کہ زمین چوٹی ہے۔ جغرافیہ کی نئی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین گول ہے لیکن مجھے جغرافیہ کے استاد اور طالب علم معاف کریں۔ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ زمین ڈھلوان ہے

اس لئے کہ ساری قومیں اور ان کے افراد اخلاقی بلندی سے حیوانی پستی کی طرف ٹھکتے چلے جا رہے ہیں۔ اور روز بروز ان کی رفتار تیز ہوتی جا رہی ہے۔ بہاری زمین کا یہ کرۂ ضرور آفتاب کے گرد گردش کر رہا ہوگا۔ مگر اس کرۂ ارض پر لینے والا انسان مادیت اور معدہ کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ زمین کی گردش کا انسانوں کے اخلاقی اور معاملات میں کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن انسانوں کی گردش کا تمام دنیا کے اخلاقی اور معاملات پر اثر پڑ رہا ہے۔

نظام شمسی میں حقیقی مرکز آفتاب ہو یا زمین لیکن عملی زندگی میں انسانوں کا حقیقی مرکز معدیاپیٹ اور حیوانی عنصر بنا ہوا

انسان اور ہوس

ہے۔ اور ساری انسانیت اس کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ آج دنیا میں سب سے وسیع رقبہ معدہ کا ہے یوں تو کہنے کو تو وہ انسان کے جسم کا بہت مختصر حصہ ہے لیکن اس کا طول و عرض اور عمق اتنا بڑھ گیا ہے کہ ساری دنیا اس میں سمائی چلی جا رہی ہے یہ معدہ اتنی بڑی خندق ہے کہ پہاڑوں سے بھی نہیں بھرتا۔ آج سب بڑا مذہب سب سے بڑا فلسفہ، معدہ کی عبادت ہے۔ تعلیم گاہوں میں اسی کا غلام بنانا سکھایا جا رہا ہے آج کامیاب انسان بننے کا فن سکھایا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں دولت مند بننے کا، آج دولت مند بننے کی ریس ہے۔ دولت مند بننے کی حرص اتنی بڑھ گئی ہے کہ انسان کو خود اپنے تن من کا ہوش نہیں رہا۔ مظالم علم اور فن لطیفہ کا منقصد بھی یہی ہو گیا ہے کہ انسان کہاں سے زیادہ سے زیادہ روپیہ حاصل کر سکتا ہے۔ سب سے بڑا ہنر یہ ہے کہ لوگوں کی جیبوں سے کسی طرح روپیہ نکال کر اپنی جیب بھری جائے پھر اتنا نہیں بلکہ تھوڑے سے تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ دولت مند بننے کی کوشش کی جاتی ہے۔ دولت مند بننے کی

کوشش تمدن اور سوسائٹی کے لئے اتنی مضمحل نہیں جتنی دولت مند بننے کی ہوس ہی ہوں
 رشوت، خیانت، غبن، پوربازاری، ذخیرہ اندوزی اور حصول دولت کے دوسرے جبرانہ
 ذرائع پر آمادہ کرتی ہے اس لئے کہ ان جبرانہ طریقوں کے بغیر جلد دولت مند بننا ممکن
 نہیں۔ اسی ذہنیت کی وجہ سے ساری دنیا میں ایک مہیبت برپا ہے۔ دفتروں میں
 طوفان ہے منڈیلوں میں قیامت کا منظر ہے آج کے انسان جو تک بن گئے ہیں اور
 انسان کا خون چوسنا چاہتے ہیں آج کوئی کام بے غرض اور بے مطلب نہیں رہا آج
 کوئی شخص بغیر اپنے فائدے اور مطلب کے کسی کام نہیں آتا۔ آج ہر چیز اپنی مزدوری
 اور اپنی فیس مانگتی ہے کبھی کبھی تو یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ اگر درخت کے سائے میں
 دم لیں گے تو شاید یہ درخت بھی اپنی فیس اور اپنی مزدوری مانگنے لگیں گے۔

مقصود زندگی آج کل سب کا حال یہی ہو رہا ہے کہ دولت اور خواہشات نفس
 کا نشہ سوار ہے آج دولت کمانا ہی زندگی کا مزہ بن گیا ہے آج

دنیا میں صرف دو تین مزے سمجھے جاتے ہیں اور ساری دنیا ان کے پیچھے دیوانی ہو رہی
 ہے ان کو یہ نہیں معلوم کہ روح کا مزہ کیا ہے اور دوسروں کے لئے اپنا گھر جلا کر کیا مزہ ملتا
 ہے کسی کی خدمت کر کے کسی کے واسطے خود تکلیف اٹھا کر کیا مزہ ملتا ہے پیغمبر انسانوں
 کو دو مزے بتاتے آئے تھے جن کو وہ بھلا چکے تھے یہ کام انہیں کا تھا کہ نکالے جا رہے
 ہیں پریشان کئے جا رہے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں مگر ان کو مزہ آ رہا ہے آج یہ
 مزہ اڑ گیا۔ آج بھی اگر دنیا یہ جان لے کہ مزہ صرف شکست دینے ہی میں نہیں شکست
 کھانے میں بھی ایک مزہ ہے تو دنیا کا نقشہ بدل جائے اور ساری زندگی ختم ہو جائے
 سیاسی اختلافات اور نظام سلطنت تو فرصت کی باتیں ہیں ہم تو یہ جانتے ہیں

کہ ان دنوں حکومت خواہشات کی ہے حکومت یا قبضہ خواہ کسی قوم یا پارٹی کا ہو اور کوئی صدر یا وزیر ہو۔ مگر دراصل ہر جگہ نفس کا قبضہ اور خواہشات کا تسلط ہے۔ پہلے برطانیہ کے متعلق کہتے تھے کہ اس کی سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ لیکن آج جیسی حکومت اور سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا وہ نفس کی خواہش اور من کی ہمت ہے وقت کا فرمان یہ ہے کہ نفس کی خواہش پوری کی جائے۔ دل کی ہاگ بھائی جائے چاہے انسانوں کے خون کی نہریں بہتی ہوں۔ خواہ انسانوں کے اوپر ان کی لاشوں کو روندتے ہوئے گذرنا پڑے۔ خواہ قومیں اس راستے میں پامال ہو جائیں۔ خواہ ملک کے ملک ویران اور تباہ ہو جائیں۔

پیغمبروں کا کردار لیکن اس میں ذرا بھی تعجب کی بات نہیں سینکڑوں برس سے جو تعلیم انسانوں کو دی جاتی ہے۔ خواہ وہ تعلیم گاہوں کے ذریعہ ہو یا سینماؤں کے ذریعہ یا ادب اور شاعری کے ذریعہ اور جو ہر ملک اور قوم میں رائج ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ تم من کے راجہ ہو اور نفس کے غلام، اس زمانے کے سارے انسانوں کی آبادیاں اس لحاظ سے ایک سطح پر ہیں اور اس کے خلاف کوئی آواز سنانی نہیں دیتی۔ ملکوں کے خلاف بغاوت کرنے والے بہت ہیں چھوٹے چھوٹے مستوں کے لئے جھوک ہڑتال کرنے والے بہت ہیں مقامی مسائل کے لئے جان کی بازی لگانے والے بہت ہیں لیکن انسانیت کے لئے مرنے والے کتنے ہیں۔ کتنے ایسے ہیں جن کو حقیقی انسانیت کی فکر ہے۔ آج دنیا میں اگر کسی کو انسانیت کے انحطاط کا احساس بھی ہے تو اس میں یہ جرأت نہیں کہ انسانیت کے لئے آواز اٹھائے۔ سارے کرۂ ارض میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جو انسانیت کے لئے اپنی قربانی

دے۔ یہ دراصل پیغمبروں ہی کی جرات تھی۔ خواہ وہ ابراہیم یا موسیٰ، عیسیٰ ہوں یا محمد ہوں۔ اللہ کا درود و سلام ان پر کہ انھوں نے ساری دنیا کو سیلج کر کے انسانیت کے خلاف جو بغاوت جاری تھی اس سے روکا۔ ان کے سامنے دنیا کی لذتیں اور دولتیں لائی گئیں مگر انہوں نے سب کو ٹھکرا دیا اور انسانیت کے دور میں اپنی جان کو خطرے میں ڈالا۔ اللہ کے برگزیدہ اور منتخب بندوں کی یہ جماعت جس کو پیغمبروں کی جماعت کہا جاتا ہے دنیا کو کچھ دینے کے لئے آئی تھی دنیا سے کچھ لینے کے لئے نہیں آئی تھی ان کی کوئی ذاتی غرض نہ تھی انہوں نے دوسروں کے بننے کی خاطر اپنے کو مٹایا۔ انہوں نے دوسری آبادی کی خاطر اپنے گھر کو اجاڑا۔ انہوں نے دوسری خوشحالی کے لئے اپنے متعلقین کو فقر و فاقے میں مبتلا کیا۔ انہوں نے غیروں کو نفع پہنچایا اور اپنوں کے منافع سے محروم کیا۔ رسول اللہ نے ساری دنیا کے غریبوں کے لئے زکات کا انتظام کیا اور اپنے خاندان کو قیامت تک کے لئے اس سے محروم کر دیا۔ کیا دنیا کے سہاؤں میں ایسی بے غرضی اور خلوص کی مثالیں مل سکتی ہیں؟

پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی قوموں میں خلش پیدا کی۔ اور ان کو محسوس کرا دیا کہ موجودہ زندگی خطرے کی ہے جو لوگ اطمینان کے عادی تھے اور میٹھی نیند سو رہے تھے اور میٹھی نیند ہی سونا چاہتے تھے انہوں نے پیغمبروں کی اس دعوت پر تبنیہ کے خلاف سخت احتجاج کیا اور بڑی شکایت کی کہ انہوں نے ہمارا عیش مکدر کر دیا اور ہماری نیند خراب کی۔ لیکن جو گھر میں آگ لگی ہوتی دیکھتا ہے وہ سونے والوں کی پرداہ نہیں کرتا اور اس کو کسی کی نیند پر ترس نہیں آتا۔ پیغمبر انسان کے حقیقی ہمدرد تھے اور دنیا کو خوابِ فرگوش سے بیدار کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ دنیا کے گمراہ

رہناؤں اور نفس کے بندوں نے دنیا کو مار فیا ————— کے انجکشن دیئے اور اس کو تھپک تھپک کر سلایا مگر پیغمبروں نے انسانوں کو جھنجھوڑا اور غفلت سے بیدار کیا یہ چھوٹی چھوٹی جنگیں اور زبائیاں دراصل اس لئے ہو گئیں کہ دنیا سے غفلت دور اور دنیا پر جو تاریکی مسلط ہے وہ ختم ہو۔ انسان حقیقی انسانیت کو سمجھے۔

ہمارے سامنے سب سے زیادہ ممتاز اور سب سے زیادہ واضح اور روشن سب سے زیادہ بلند مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کا اظہار نہ کریں تو یہ ایک خیانت ہوگی۔ ہمارا ضمیر اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ان کے اس احسان کو نہ بتلائیں جو انہوں نے انسانیت پر کیا۔

جب دنیا میں ایک انسان یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اللہ

ہی اس دنیا کو اکیلا چلا رہا ہے اور وہی بندگی اور اطاعت کا مستحق ہے آپ نے اس حق کا اعلان کیا اور اس آواز کو اتنا بلند کیا کہ آج دنیا کے ہر حصے سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے اور جب کوئی آواز سننے میں نہیں آتی تو اذان کی آواز بلند کی اور آج یہ آواز تمام دنیا میں پھیل گئی ہے۔

آپ کی اور آپ نے جو کچھ دنیا کو عطا کیا وہ انسانیت کا مشرک کہ سرمایہ ہے جو کسی قوم کی اجارہ داری قائم نہیں ہو سکتی۔ جس طرح ہوا، پانی اور روشنی پر کسی کو اجارہ داری نہیں اور کوئی اس پر اپنی مہر اور اپنی چھاپ نہیں لگا سکتا۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ساری دنیا کا حق ہیں اور ہر شخص کا اس میں حصہ ہے جو ان سے فائدہ اٹھانا ہے۔ یہ دنیا کی تنگ نظری ہے کہ وہ ان حقوق کو کسی قوم یا ملک کی جاگیر سمجھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض انسانیت تھے اور ساری انسانیت

آپ کی ممنون ہے۔ دنیا میں جو عدل و انصاف اس وقت موجود ہے اور جن حقوق کو اس وقت تسلیم کیا جا رہا ہے وہ سب آپ کا فیض ہے۔

سے بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے

ہم موجودہ نظام زندگی کو چیلنج کرتے ہیں اور دُنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ تم دنیا کو آج جتنا بلند سمجھتے ہو وہ اپنی پست ہے۔ ہم صاف کہتے ہیں کہ دنیا تدریجی خود کشی کی سڑک جا رہی ہے۔ یہ راستہ انسانیت کی تباہی کا راستہ ہے میں سیدھا مسجدت آپ تک نہیں آیا۔ بلکہ کتب خانوں کے راستوں سے مُٹا لو کے راستے سے اور معلومات کے راستے سے آپ کے سامنے آیا ہوں۔ آپ میں سے کچھ لوگ یورپ کی دو ایک زبانیں جانتے ہوں گے۔ میں خود یورپ کو جانتا ہوں۔ تم انگریزی داں ہو۔ میں انگریز داں ہوں۔ میں سارے یورپ سے خم ٹھوک کر کہتا ہوں کہ تمہارا پورا نظام زندگی غلط ہے اور وہ انسانیت کو ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے۔ میرا دعویٰ ہے اور پورے استدلال اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا کی نجات پنہروں ہی کے راستے میں ہے اور دنیا کے لئے اس وقت خدا کے یقین اس کے خوف دوسری زندگی پر ایمان اور پیغمبروں کی رسالت کے اقرار کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہی ہماری دعوت ہے اور یہی ہماری جدوجہد کا مقصد۔

دنیا کی زندگی کے بہت سے طرز میں۔ اور سینکڑوں ہزاروں ان کے نام اور اقسام ہیں۔ کوئی مشرقی طرز زندگی، کوئی مغربی

روحِ انسانیت

طرز زندگی، کوئی جدید، کوئی قدیم، لیکن درحقیقت زندگی کی صرف دو قسمیں ہیں ایک

من مانی زندگی جس میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں ایک شتر بے مہار ہوں۔ اس کو نفس پرستی کی زندگی بھی کہا جاسکتا ہے۔ دوسری زندگی خدا پرستی کی زندگی ہے جس میں انسان خدا کو اپنا حاکم مان کر زندگی گزارتا ہے۔

دنیا میں آج دو محاذ قائم ہیں۔ ایک مغربی دوسرا مشرقی۔ لیکن دراصل خدا پرستی اور نفس پرستی کی جنگ ان میں خود ہر محاذ میں موجود ہے۔ خواہ ان میں سے ایک (خدا پرستی) کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ دنیا میں مختلف مذاہب کو ماننے والوں کی تعداد علیحدہ علیحدہ بتلائی جاتی ہے۔ مگر دراصل سب سے بڑی تعداد نفس پرستی کے مذہب کے ماننے والوں کی ہے۔ جو ہر مذہب کے اندر موجود ہے دنیا میں ہمیشہ من مانی زندگی کا رواج رہا ہے۔ اس لئے کہ اس طرح کی زندگی گزارنا بہت مزیدار اور آسان معلوم ہوتا ہے لیکن اگر دنیا میں تنہا ایک انسان ہوتا تو من مانی زندگی کی بڑی گنجائش تھی اور یہ زندگی وقتی بڑے مزے کی تھی۔ مگر دنیا میں لاکھوں کو داری انسان موجود ہیں۔ من مانی زندگی والا انسان من کا راجہ ہوتا ہے اگر سب امن کے راجہ بن جائیں تو کیسی مشکل پیش آئیگی۔

اللہ نے دنیا میں مختلف طبیعتیں بنائی ہیں۔ ایک کا دل کسی چیز کو چاہتا ہے۔ تو دوسرا کوئی خواہش رکھتا ہے اگر دنیا کروڑوں انسان من مانی زندگی گزارنے والے ہوں اور اپنی خواہش کے مطابق دوسرے کا پیٹ کاٹنے اور غلام بنانے کی فکر کرنے لگیں تو دنیا میں کیسا بگاڑ آجائے گا جیسی کہ اس وقت دنیا کی حالت ہے جس سے من مانی زندگی گزارنے والے خود بھی عاجز ہیں۔ دنیا میں جو تباہیاں آئی ہیں۔ اور جو قحط پڑے ہیں وہ دراصل چند انسانوں کی نا انصافی اور نفس پرستی کا نتیجہ ہیں اس وقت کی تمام مصیبتوں کی جڑ اور فسق کی گانٹھ ہی نفس پرستی ہے جس نے پورے بازاری

ذخیرہ اندوزی حد سے بڑھی اور نفع خوری، رشوت و خیانت کا بازار گرم کر رکھا ہے چھٹی صدی عیسوی میں یہ من مانی زندگی اپنے انتہائی عروج کو پہنچ چکی تھی۔ اور ملک ملک میں اس کا دور دورہ تھا۔ یہ ایک بہتا ہوا دریا تھا۔ جس کے دھارے پر ہر چھوٹا بڑا بہ رہا ہے بادشاہ اپنی نفس پرستی میں مبتلا تھے رعایا بھی ان کی نقل میں نفس پرستی کا شکار تھی۔ ایران اس نفس پرستی کا بڑا اڈا تھا۔ قوم کا ہر طبقہ نفس پرستی کا بیمار تھا۔ شاہ ایران کا یہ حال تھا کہ اس کی بیویوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ جب مسلمانوں نے اس ملک کو مسیبت سے نجات دینے کے لئے حملہ کیا۔ تو وہ بادشاہ بے سرو سامانی کی حالت میں نکل بھاگا تو اس کے ساتھ اس کے ایک ہزار باورچی، ایک ہزار گویئے ایک ہزار باز اور شکر دں کو کھلانے والے تھے۔ اس کے باوجود اس کو افسوس تھا کہ بڑی

بے سرو سامانی میں نکلنا ہوا۔ اس زمانے کے جنرل اور سپہ سالار ایک ایک لاکھ کی ٹوپی اور ایک ایک لاکھ سپاس سپاس ہزار کا ٹیکا لگاتے تھے۔ ان کی سوسائٹی میں معمولی کپڑا پہنا برہم تھا۔ کسانوں کا حال یہ تھا کہ وہ لگان نہیں دے سکتے تھے اور زمین چھوڑ چھوڑ کر خالق ہوں اور عبادت گاہوں میں جا بیٹھے تھے۔ متوسط طبقے کے لوگ امراء کی ریس میں دیوالیہ ہوتے جا رہے تھے۔ غرض کہ معاشی لوٹ کھسوٹ برپا تھی۔ ہر بڑا اپنے چھوٹے کو اور ہر حاکم اپنے محکوم کو لوٹنے اور اس کا خون چوسنے کی کوشش میں تھا۔

ایسی سوسائٹی میں عقائد اخلاق کیر کیمڑ کیسے پنپ سکتا ہے اور کس کو آخرت کی فکر اور مذہب کا ہوش رہ سکتا ہے مگر کوئی اس نفس پرستی کے خلاف محاذ قائم کرنے والا نہ تھا۔ کیونکہ دھارے کے خلاف تیز نا آسان نہیں۔ بڑے بڑے فلاسفر اور حکیم

اس دھارے میں بہے چلے جا رہے تھے اور ساری انسانی تہذیب ایک تنکے کی طرح اس دھارے میں بہہ رہی تھی۔ کہ اس زمانے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور آپ نے دنیا کے اس دھارے کو نفس پرستی سے خدا پرستی کی طرف موڑا۔ یہ تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ ہے نفس پرستی ہی دنیا کی تمام گمراہیوں اور بد اخلاقیوں کا سرچشمہ ہے ظلم و زیادتی، پوری اور بددیانتی سب اس درخت کی شاخیں ہیں اس میں شک نہیں کہ اس زمانے میں آتش پرستی بھی، بت پرستی بھی تھی ستارہ پرستی بھی تھی لیکن ان معبودوں کو اس لئے انتخاب کیا گیا تھا کہ انسانوں کو ان کے یہ معبود کسی برائی سے روک نہیں سکتے تھے اور کسی کی زندگی اور معاملات میں دخلت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ایسی عبادت کے ساتھ نفس پرستی آسانی کے ساتھ نبھ سکتی تھی۔

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سیلاب سے لڑنے کا بیڑہ اٹھایا اور سب سے پہلے اپنی زندگی میں خدا پرستی کا ثبوت دیا۔ اور پوری سوسائٹی سے لڑائی مول لی۔ حالانکہ اس سے پہلے آپ اپنی سوسائٹی میں بہت مقبول اور ہر دلعزیز تھے مصادق اور امین کہلاتے تھے اس لئے اگر پڑھنا چاہتے تو سوسائٹی آنکھوں پر بٹھاتی، مگر آپ نے اس زندگی کو قربان کیا اور نفس پرستی کے سیلاب کو رد کرنے کے لئے تین امتیازی چیزیں پیش کیں۔

۱۔ مالو کہ تمہارا اور اس دنیا کا پیدا کرنے والا اور حکومت کرنیوالا ایک ہے۔

۲۔ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی آنے والی ہے۔ جس میں اس زندگی

کا حساب کتاب دینا ہے۔

۳۔ میں خدا پیغمبر ہوں۔

اس کے بعد آپ کی پوری زندگی اس سعی خدا پرستی کا ثبوت تھی۔ جو خدا پرستی کے سب سے بڑے داعی اور پیغمبر کے شایان شان رہی۔ ہر موقع پر جہاں ایک انسان نفس پرستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ آپ خدا پرستی کی مثال قائم کرتے تھے۔ بادشاہ جب کوئی ملک فتح کرتے ہیں تو اپنی فتح کے نشہ میں مغمور ہو جاتے ہیں۔ بڑائی اور طاقت کا اظہار کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ تو اونٹ پر سوار تھے زبان سے خدا کا شکر اور اپنی عاجزی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس موقع پر سامنے ایک آدمی آیا اور رعب سے کانپنے لگا۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ میں قریش کی ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھاتی ہیں لوگوں کی دولت و حکومت سے سب سے زیادہ فائدہ ان کے عزیز اور ان کی اولاد اٹھاتی ہے مگر آپ سے جب آپ کی بیٹی نے کہا کہ کام کرتے کرتے اور پانی بھرتے بھرتے گٹھے اور نشان پڑ گئے تھے ایک غلام یا باندی دے دی جاتے تو آپ نے فرمایا کہ بیٹی میں تم کو غلام اور باندی سے زیادہ اچھی چیز بتلاتا ہوں کہ سوتے وقت خدا کا ذکر کر لیا کرو یہ سچی پرستی کا علمبردار اپنی اولاد کے لئے کیسے گوارا کرتا کہ نفس پرستی کا خیال بھی آئے۔ دنیا کے لوگ اپنی اولاد اور اپنے خاندان کو قانون سے مستثنیٰ کر دیتے ہیں۔ مگر حضور سے جب ایک عورت نے اس کے چوری کرنے پر سفارش کی گئی۔ تو یہ فرمایا کہ یہ تو یہ اگر خاتمہ بھی چوری کئے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔

نفس پرستوں کا فائدہ ہے کہ وہ کوشش کرتے ہیں کہ اگر نئے قوانین بنائے جائیں تو ان کے عزیزوں اور دوستوں کو کم سے کم نقصان اور زیادہ سے زیادہ

خاندہ پہنچے۔ اگر وہ کوئی ایسا قانون نافذ کرنا چاہتے ہیں جس کی زد ان کے دوستوں اور عزیزوں پر پڑتی ہے تو وہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو خیردار کر دیتے ہیں تاکہ وہ اس کا انتظام کر لیں۔ اس کے برخلاف جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سود کی حرمت کا اعلان کرنا۔ اور جب آپ نے دنیا کو اس لعنت سے ختم کرنا چاہا۔ تو آپ نے اپنے خاندان سے ہی ابتدا کی۔ آپ نے حج کے موقع پر اعلان عام کیا کہ میں سود کو ختم کرتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے چچا کو سود معاف کرتا ہوں اب وہ کسی سے اپنا سود وصول نہیں کر سکتے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ ان کے کان میں کہہ دیتے کہ سود وصول کر لیجئے میں سود حرام کرنے والا ہوں۔ نون کا بدلہ لینے کے متعلق فرمایا کہ جاہلیت کے تمام خون (انتقام خون) باطل کرتے گئے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیع بن الحارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔ آپ نے پوری قوم اور سوسائٹی کی اس اصول پر تربیت کی کہ وہ ایک خدا پرست سوسائٹی بن جائے۔ اس کا ایک اصول یہ تھا کہ جو کسی عہدہ کا طالب ہو۔ اس کو عہدہ نہیں دیتے تھے ایسی سوسائٹی میں عہدہ کے امیدوار بننے اور اپنی تعریف کرنے اور حکومت کے لئے ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کی کیا گنجائش تھی۔ اس جماعت کا ایمان تھا کہ

تلك الدار الآخرة نجعلها للذين
يريدون علوانى الارض ولا
فساداً والعاقبة للمتقين ۵

یہ آفرت کا گھر ہم ان لوگوں کو عطا کریں گے
جو زمین اپنی سر بلندی اور فساد نہیں چاہتے
اور اچھا انجام خدا سے ڈرنے والوں کا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین بھی خدا پرستی کا نمونہ تھے اور نفس پرستی

الغناور پر شک ہے پر جس کی بی۔ نون ۱: ۲۳۷۴